روزنامہ **الفضل** ربوہ
فون: ۴۴۹
(ایڈیٹر: نسیم سیفی)
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۴/۳۹ | سوموار ۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ، ۲۸ ظہور ۱۳۶۸ہش، ۲۸ اگست ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۹۵

احمدیہ اخبار

احمدیہ جماعت یو۔کے کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے بعد جو دوست واپس پاکستان تشریف لائے ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحت سے ہیں اور پاکستانی احباب کو محبت بھرا سلام کہتے ہیں۔ احباب کرام حضور انور کے تمام دینی مقاصد میں کامیابی کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکرم میاں عبدالحئی صاحب سابق مربی انڈونیشیا علاج کے لئے لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ انہیں گردن میں رسولی کی تکلیف ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ سلسلہ کے اس پرانے اور مخلص خادم کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔

• ۔ مکرم احمد صادق صاحب آف لاس اینجلس ابن مکرم چوہدری محمد صادق صاحب آف علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کا نکاح ہمراہ صاحبزادی مبارکہ احمد صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب آف کراچی محترم مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مربی انچارج امریکہ نے سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کے ارشاد پر مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۹ء کو بیت الفضل واشنگٹن ڈی سی میں ۱۵ ہزار ڈالر (امریکن) حق مہر پر پڑھایا۔ پھر مورخہ ۹ جون ۱۹۸۹ء کو بارات لاس اینجلس سے واشنگٹن ڈی سی کے لئے روانہ ہوئی۔ ۱۰ جون ۱۹۸۹ء بروز ہفتہ مکرم مرزا قمر احمد صاحب ابن مکرم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کے گھر پر تقریب رخصتی کا انعقاد ہوا جماعت احمدیہ واشنگٹن کے علاوہ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اور دیگر افراد خاندان سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بھی اس تقریب میں شمولیت کی۔ تقریب کے آخر میں اس شادی کے بابرکت ہونے کے لئے مکرم محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔ مورخہ ۱۱ جون ۱۹۸۹ء کو بارات بخیریت لاس اینجلس پہنچی۔ جہاں احباب جماعت لاس اینجلس نے ان کا استقبال کیا۔

مورخہ ۱۷ جون ۱۹۸۹ء کو نو تعمیر شدہ وسیع و عریض بیت الحمید لاس اینجلس کے کشادہ ہال میں مکرم چوہدری محمد صادق صاحب نے اپنے بیٹے مکرم احمد صادق صاحب کی دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں لاس اینجلس جماعت کے کثیر احباب و

باقی صفحہ ۸ پر

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو

کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائیگا

"تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو۔ تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے۔ اور نہیں بخشتا۔ سو اسکا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا، متکبر اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا، ظالم اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا، خائن اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔

وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدھوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے۔ ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے۔ وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جاوے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۲-۱۳)

(مرسلہ نظارت اصلاح و ارشاد (مرکزیہ))

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ، قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۸ ظہور ۱۳۶۸ ہش ۲۸ اگست ۱۹۸۹ء

اپنا حصّہ پہچانئے

کہتے ہیں کوئی شخص کسی امیر آدمی کے پاس گیا۔ دروازے پر دستک دی اور جب گھر کا مالک باہر نکلا تو بڑے رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا مجھے کچھ دو۔ مالک مکان نے ایک روپیہ دیا۔ یا شائد اس سے بھی کم۔ مانگنے والا کہنے لگا جانتے نہیں ہو میں تمہارا بھائی ہوں۔ اس سے زیادہ دو۔ مالک مکان کہنے لگا۔ آہستہ بات کرو کسی اور نے سُن لیا تو وہ بھی آجائے گا بلکہ سب لوگ آجائیں گے۔ تمہیں معلوم ہی ہوگا کہ ہم سب آدم کی اولاد ہیں اور اس لئے سب بھائی بھائی ہیں۔ اگر سب لوگ اپنا حِصّہ مانگنے لگے تو شائد ایک روپیہ بھی تمہارے حِصّہ میں نہیں آئے گا۔ جو کچھ میں نے دیا ہے اس کو غنیمت جانو اور یاد رکھو یہ بات کسی سے نہ کرنا۔ ورنہ لوگ تمہارے ساتھ بھی بھائی چارہ کے ناطے اس رقم میں سے کچھ لے لیں گے بلکہ بہت کچھ لے لیں گے۔ اور تمہارے پاس اتنی رقم بھی نہیں بچیگی۔

بات اس شخص کی سمجھ میں آگئی اور وہ جو رقم اسے دی گئی تھی وہی لے کر دروازے سے ہٹ گیا اور دل ہی دل میں شرمندہ ہونے لگا کہ میں نے کیا بات کہہ دی۔ بھائی تو ہم سب ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم دوسروں سے اپنا حِصّہ مانگنے لگیں۔ ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا۔ اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ بھی کب ہمارے پاس رہیگا۔

اس چھوٹی سی بات سے ہمیں کئی سبق ملتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنا حق مانگتے وقت دوسروں کے حق کا بھی خیال رکھیں۔ اگر سارا پس منظر ہمارے سامنے ہو تو یقیناً ہم ساری دنیا کا ایک بہت ہی چھوٹا سا حِصّہ نظر آنے لگیں گے۔ اور بات بھی یہی ٹھیک ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم میں سے ہر شخص اس بات کو سمجھنے کے قابل ہے۔ صرف یاد دہانی کے طور پر یہ سطور لکھ دی ہیں۔ خاص طور پر احمدی شعراء کی بیداری کے سلسلہ میں بھی یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ سب احمدی شعراء بیدار ہو جائیں، تو ہر شاعر کی نظم شائد سال میں ایک ہی چھپ سکے۔ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے بہت سے شاعر ہیں اور بہت اچھے شاعر ہیں۔

سنگ بدست سے یہ کہنا ہے اپنا سر محفوظ کرے
شیشے کے گھر میں بیٹھے تو اپنا گھر محفوظ کرے
دنیا میں تو ردِّ عمل کا ایک تسلسل جاری ہے
اوروں کے گھر آپ بچا کر اپنا گھر محفوظ کرے

ــــــ ابو الاقبال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوستو آجکل میرے ماحول میں میرا اپنا ہجومِ خیالات ہے
جسکو پردیس میں جاکے رہنا پڑا میری باتوں کا محور وہی ذات ہے

میں شب و روز محوِ دُعا ہوگیا بس یہی اب مِرا مدعا ہوگیا
لوگ کہتے ہیں ساون کی برکھا جسے وہ میرے دیدۂ تر کی برسات ہے

جسکی باتوں نے کانوں میں رس گھول کر زندگی کی حلاوت کو دُونا کیا
مجھکو اپنے پہ اب پیار آنے لگا اسکے ذوقِ نظر کی یہ سوغات ہے

ایک گھر چھوڑ کر اس کو سَو گھر ملے ساری دنیا کے لوگوں نے اپنا لیا
یہ وطن بھی ہے گرچہ اسی کا وطن لیکن اب اسکے ملکوں کی بہتات ہے

جس نے مَیلی نظر سے اسے دیکھ کر اپنے دل میں عداوت کو بھڑکا لیا
ایسے ہر فرد کی دادو تحسین کو ایک ہی لفظ ہے اور وہ ہیہات ہے

آسماں سے خدا کو اترتے ہوئے بھی نہ دیکھیں تو پھر لوگ دیکھیں گے کیا
اپنی راتوں کو بھی وہ سمجھتے ہیں دن روشنی دن کی انکے لئے رات ہے

میں سمجھتا ہوں یہ قتل و غارت ہے کیا کیوں کہیں ہم اسے ظلم کی انتہاء
جسم زخموں سے پھلواریاں بن گئے میرے مولا کی کتنی حسیں ذات ہے

راستی اور جھوٹ ایک جیسے نہیں، جھوٹ مردہ ہے زندہ ہے ہر راستی
فیصلہ خالقِ دوجہاں کا ہے یہ وہ سمجھتے ہیں شائد مِری بات ہے

ہم تو مر کے بھی زندہ رہیں گے نسیمؔ اور وہ زندگی میں بھی زندہ نہیں
اہلِ دانش سمجھتے ہیں اس بات کو یہ غبی کیلئے راز کی بات ہے

(نسیمؔ سیفی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حفاظتِ اطفال

بچہ کیوں روتا ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جو اکثر عورتوں کو پریشاں رکھتا ہے۔ جو بچہ بول سکتا ہے وہ تو اپنی تکلیف خود بیان کر کے اسے دور کروا سکتا ہے لیکن جس بچے نے ابھی بات کرنی نہیں سیکھی اس کے متعلق سخت دقت پیش آتی ہے اور مائیں جو اپنے بچوں کی تکلیف کو ایک منٹ کے لئے بھی نہیں دیکھ سکتیں سخت گھبرا جاتی ہیں۔ ان کا دل بار بار اس سوال کو دہراتا ہے کہ میرا بچہ کیوں روتا ہے؟ بلکہ ان کی بیقراری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بعض تو بے اختیار ہو کر باوجود اس بات کے جاننے کے کہ ان کا بچہ نہ ان کے کلام کو سمجھ سکتا ہے نہ اس کا جواب دے سکتا ہے پکار پکار کر کہے جاتی ہیں کہ "ہائے تجھے کیا ہوا" میری جان تجھے کیا تکلیف ہے۔" میں قربان تو روتا کیوں ہے۔" اور بعض تو اس کے ساتھ ہی رونا شروع کر دیتی ہیں۔ اور بجائے اس کی تکلیف کم کرنے کے اپنے آپ کو تکلیف دینے لگ جاتی ہیں۔ لیکن رونے سے یہ عقدہ تو حل نہیں ہوتا کہ بچہ کیوں روتا ہے۔ بعض عورتیں جو زیادہ حوصلہ رکھتی ہیں اس سوال کو کسی طرح حل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

بعض بچہ کے رونے کو ایک عادت پر محمول کر لیتی ہیں اور اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتی ہیں کہ بچے رویا ہی کرتے ہیں۔ اور یہ بات ہے بھی بالکل درست۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں رویا کرتے ہیں؟ کیا اس لئے کہ رونا ان کو بہت مرغوب و پسند ہے؟ یہ بات تو درست نہیں۔ کیونکہ جب بچہ ہر طرح آرام میں ہو تو وہ کبھی نہیں روتا۔ پس بچے روتے تو ضرور زیادہ ہیں۔ لیکن اس لئے نہیں کہ ان کو رونا بہت پسند ہے بلکہ اول تو اس لئے کہ وہ بہت نازک ہوتے ہیں اور ذرہ سی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خفیف سی بے اعتدالی ان کو دکھ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ وہ بوجہ بے زبان ہونے کے اپنی تکلیف بیان نہیں کر سکتے۔ اور اس کے دور کرانے کا ان کے پاس ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ رو پڑیں۔ ان کے رونے پر ان کے والدین خود ہی ان کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پس بچہ کو اس لئے رونے دینا کہ وہ رویا ہی کرتا ہے۔ کوئی معقول وجہ نہیں۔ وہ تبھی روتا ہے جب اسے تکلیف ہوتی ہے۔ پس وہ جب روئے اس کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بشرطیکہ اس تکلیف کا دور کرنا مناسب ہو۔ مناسب سے میری مراد یہ ہے کہ اسی وقت اس کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ جب اس کے دور کرنے کا ہرج نہ ہو۔ مثلاً کوئی بچہ اگر حرص سے روتا ہے یعنی باوجود کافی غذا کھا لینے کے اور زیادہ طلب کرتا ہے تو اس کو کسی اور طرح بہلانے کی بے شک کوشش کی جائے۔ نہیں تو رونے دیا جائے۔ حد سے زیادہ خوراک دینا اس کے لئے مضر ہو گا لیکن بہرحال بچہ کے رونے پر والدہ کو فوراً توجہ کرنی چاہیئے کہ وہ کیوں روتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے دل کو صرف یہ کہہ کر تسلی دے لے گی کہ بچے رویا ہی کرتے ہیں۔ تو ممکن ہے کبھی بچہ کو حقیقی تکلیف ہو اور اس کے دور نہ کرنے کے باعث اس کی صحت کو نقصان پہنچ جائے۔

بعض مائیں بچہ کے رونے کو اس کے بھوکا ہونے پر محمول کرتی ہیں اور جب بچہ روتا ہے تو اسے اٹھا کر دودھ پلا دیتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر اوقات بچہ بھوک سے ہی روتا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات رونے کی وجہ کوئی اور ہوتی ہے اور گو دودھ پلا دینے سے بوجہ ایک دوسرے شغل میں لگ جانے کے بچہ اپنی تکلیف کو بھول جاتا ہے اور دودھ پینے کے بعد معدہ کے پر ہو جانے کے باعث نشہ میں چپکا پڑا رہتا ہے لیکن اس کی صحت پر نہایت برا اثر پڑ جاتا ہے اور آہستہ آہستہ معدہ خراب ہو کر وہ بیسیوں بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

بعض عورتیں بچہ کے رونے کو اس کے لیٹے رہنے کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ اور جس وقت بچہ روتا ہے فوراً اس کو اٹھا کر گود میں لے لیتی ہیں اور ہلانے لگ جاتی ہیں۔ اس سے بچہ کو کچھ آرام آ جاتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہے۔ یہ طریق دودھ پلانے کے طریق سے زیادہ بے ضرر ہے۔ لیکن اس میں بھی اصل تکلیف کا کوئی علاج نہیں۔ اگر بچہ بھوک سے روتا تھا اور تھپک کر اس کو سلا دیا گیا ہے۔ تو گو وہ چپ ہو جائے مگر اس کی صحت کو نقصان پہنچ جائے گا۔ اور اگر کوئی بیماری اس کا باعث تھی تو تھوڑی دیر کو پھر بچہ رونے لگے گا۔ دوسرے اس علاج میں یہ بھی نقص ہے کہ بچوں کو گود میں رہنے کی عادت پڑ جاتی ہے جو والدہ کے لئے بڑی تکلیف کا باعث ہوتی ہے اگر اس کو گود میں لئے رکھے تو گھر کے کام کاج میں ہرج ہوتا ہے اور اگر لٹا دے تو وہ روتا رہتا ہے۔

بعض عورتیں بچہ کو خاموش کرنے کیلئے پنگھوڑے میں ڈال رکھتی ہیں مگر یہ علاج بھی عارضی ہے اور پنگھوڑے میں زیادہ جھلانا صحت کے لئے بھی مضر ہے۔

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے بچہ کے رونے کو ایک ہی باعث کا نتیجہ سمجھنا درست نہیں اصل بات یہ ہے کہ بچہ کا رونا کئی سبب سے ہوتا ہے۔ کبھی تو بھوک کی وجہ سے روتا ہے کبھی لیٹے رہنے کے باعث۔ کبھی علیحدگی کے باعث کبھی کسی بیماری کے باعث۔ پس بچہ کے رونے پر سب سے پہلے یہ بات دریافت کرنے والی ہوتی ہے کہ وہ کیوں روتا ہے۔ اور اس کا جواب صرف قیاس پر نہیں ہونا چاہیئے بلکہ واقعات کی بنا پر اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر تو بچہ آہستہ آہستہ روتا ہے تو اس کا یہ رونا اکثر زیادہ لیٹے رہنے یا علیحدگی کے باعث ہو گا اور اس کی آواز سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ رونا کسی حقیقی تکلیف کے باعث نہیں۔ پس اس باعث کو دور کرنے کی مناسب تدبیر کرنی چاہیئے معمولی رونے کا باعث تو معمولی ہی ہوتا ہے۔ لیکن کبھی بچہ سخت روتا ہے اور اس کی آواز سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے کوئی تکلیف ہے۔ اس وقت اس کے رونے کے کئی باعث ہوتے ہیں۔ اور والدہ کو چاہیئے کہ نہایت احتیاط سے ان بواعث کو معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ اگر اس کو دودھ پلائے کافی عرصہ گزر چکا ہے اور اب اس کے دودھ پینے کا وقت ہے۔ تو زیادہ گمان یہی ہے کہ بھوک کے باعث روتا ہے اور اگر بھوک کے باعث نہیں روتا تب بھی دودھ پلانے میں کچھ ہرج نہیں۔ کیونکہ اس کی غذا کا وقت آ گیا ہے۔ اس سے اسے نقصان نہ ہو گا۔ اگر غذا کا وقت نہیں بلکہ دودھ پئے ہوئے اسے تھوڑی ہی دیر گزری ہو تو چند اور وجوہات ہیں جو غالباً بچہ کے رونے کا باعث ہوں گی۔

۱۔ کبھی وہ پیشاب و پاخانہ کی حاجت کے باعث روئیگا۔ اگر پاؤں پر پیشاب و پاخانہ کرانے کی عادت ہے۔ تو اس وقت اسکو پاؤں پر بٹھا کر دیکھ لیا جائے۔ اگر یہ باعث ہو گا تو اس کا رونا بند ہو جائے گا اور وہ قضائے حاجت کر کے آرام سے لیٹا رہیگا۔

۲۔ کبھی اس کے رونے کا باعث گیلے کپڑے ہوں گے کیونکہ چھوٹا بچہ پیشاب اپنے پوتڑوں پر ہی کرتا ہے اور اس کے کپڑے بھی گیلے ہو جاتے ہیں۔ اگر کپڑے گیلے ہوں تو یہی باعث اس کے رونے کا ہو گا فوراً کپڑوں کو بدل دینا چاہیئے کیونکہ گیلے کپڑے علاوہ بے چینی پیدا کرنے کے بیماری بھی پیدا کرتے ہیں۔

۳۔ کبھی اس کا باعث بستر کی ناہمواری ہو گی۔ پس بچہ اگر بستر پر لیٹنے سے روتا ہے تو دیکھ لیا جائے کہ اس کا بستر اونچا نیچا تو نہیں۔ اگر اس میں نقص ہو تو اسے درست کر دیا جائے وہی اس کے رونے کا باعث ہو گا۔ اسی طرح کرتہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ وہ مڑ کر کمر کے نیچے گچھا تو نہیں ہو گیا۔ بعض اوقات بے احتیاطی سے لٹانے کے باعث کرتہ وغیرہ گچھا ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ بچوں کا جسم نازک ہوتا ہے وہ اس سے بہت تکلیف پاتے ہیں۔ اس نقص کے دور کرنے پر ان کو آرام آ جاتا ہے

۴۔ کبھی بچہ کے رونے کا باعث بیماری ہوتی ہے۔ پس اگر مذکورہ بالا نقائص میں سے کوئی نقص معلوم نہ ہو نہ تو بچہ کو لیٹے ہوئے دیر گزری ہو نہ غذا کا وقت ہو نہ پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو نہ کپڑے گیلے ہوں نہ بستر کی تکلیف ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا باعث کوئی بیماری ہے۔ یہ بیماری کبھی ظاہر ہو گی۔ کبھی پوشیدہ پوشیدہ بیماری کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ لیکن یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ بچہ کو قبض تو نہیں۔ اگر قبض کی شکایت ہو تو اس کی تکلیف کا وہی باعث ہے۔ اس کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ اگر قبض نہ بھی معلوم ہو تو معدہ کی درستی کا علاج کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بچوں کی بہت سی تکالیف اسی باعث سے ہوتی ہیں۔

ظاہر بیماریاں جو بچوں کو اکثر اوقات تکلیف دیتی ہیں۔ یہ ہیں۔

(۱) مچھروں یا چیونٹیوں کا کاٹنا۔

(۲) جسم کا چھل جانا

(۳) گردن یا بغلوں کا یا بن ران کا پک جانا جو صفائی کی کمی یا گرمی کے باعث سے ہوتا ہے۔ جسم پر ایک نظر مارنے سے ان بیماریوں کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بیماری ہو تو وہی بچہ کے رونے کا باعث ہے۔ اس کو دور کرنا چاہیئے۔ اور اگر تپ ہے یا آنکھ دکھتی ہے یا کھانسی ہے تو یہ بیماریاں تو ایسی ظاہر ہیں کہ ہر ایک شخص ان کو فوراً معلوم کر لیتا ہے۔

تیسری قسم کا رونا درد کا رونا ہوتا ہے۔ اس کا فرق دوسرے رونوں سے یہ ہے کہ اس کا زور رہ رہ کر ہوتا ہے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بچہ چیخ مار کر روتا ہے اور اس کے بدن پر تشنج کی طرح کھچاوٹ کے آثار ظاہر ہوتے ہیں یا وہ بے اختیار ہو کر ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ اگر بچہ سوتے میں اس طرح کرتا ہے تو اس کا باعث یا تو بوجہ نزلہ ناک کا بند ہونا یا پیٹ کی خرابی ہوگی۔ اس کو دور کیا جائے۔

اگر جاگتے وقت بھی اسی طرح روتا ہے تو اکثر اس کا باعث پیٹ یا کان یا انتڑیوں کی درد ہوتی ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ درد کہاں ہے۔ ان تینوں جگہ پر ہاتھ رکھنا چاہیئے جہاں درد ہوگی وہاں ہاتھ رکھتے وقت بچہ زور سے چیخے گا۔ جس سے اس درد کا مقام معلوم ہو جائے گا۔ جب جگہ معلوم ہو جائے تو اس کا علاج کیا جائے

ان تینوں دردوں کے علاوہ ایک اور درد بھی ہوتی ہے جو گو کم ہوتی ہے لیکن پھر بھی ایسی کم نہیں کہ اسکو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ بعض دفعہ بچہ کو اٹھاتے وقت بے احتیاطی سے ان کے ہاتھ یا پاؤں کو جھٹکا لگ جاتا ہے۔ اور ان کا کولہ یا بازو اتر جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ سخت روتا ہے۔ اگر احتیاطاً ہاتھوں پاؤں کے جوڑوں پر بھی ہاتھ پھیر لیا جائے تو اطمینان کیا جا سکتا ہے کہ اس کے رونے کا باعث ہاتھ پاؤں کا اترنا نہیں۔ اگر وہ باعث ہو تو فوراً کسی ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیئے۔

غرض بچہ کے رونے کے بہت سے بواعث ہیں۔ اور ماؤں کو وہ باعث یاد رکھنے چاہئیں نہ تو بچہ کے رونے پر رونے سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ صرف دودھ پلا دینے یا گود یا پنگھوڑہ ہلا دینے سے جب اس کے رونے میں تکلیف یا درد کے آثار ہوں۔ تو فوراً سب پہلوؤں پر نظر مار لینی چاہیئے کہ اس کے غیر معمولی رونے کا باعث کیا ہے۔ ہم نے بہت سے بواعث اور ان کے معلوم کرنے کے طریق بیان کئے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اور ہر ایک عورت اپنا تجربہ اپنا علم اور بھی بڑھا سکتی ہے۔ اگر بچہ کے رونے کا اصل باعث معلوم ہو جائے تو اس میں بہت سے فوائد ہیں۔

اوّل۔ تو یہ کہ اگر کوئی معمولی بے احتیاطی ہو تو اس کو دور کر کے بچہ کو تکلیف سے بچایا جا سکتا ہے۔

دوم۔ یہ کہ اگر بیماری رونے کا باعث ہو تو پیشتر اس کے کہ وہ مہلک ہو جائے یا بہت بڑھ جائے۔ حکیم و ڈاکٹر سے اس کے متعلق مشورہ کیا جا سکتا ہے

باقی صفحہ ۵ پر

نون سین

بچوں میں ایڈز کی بیماری

ماں کی ممتا تو دنیا بھر میں مشہور ہے ہر ماں اپنے بچے کو صحت مند دیکھنا چاہتی ہے اور اس کی یہ خواہش کہ وہ لمبی عمر پائے۔ کبھی کوئی ماں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا بچہ جلدی مر جائے یا ماں کی زندگی ہی میں مر جائے۔ لیکن حالات بدل بھی سکتے ہیں۔ ممتا اپنی جگہ پر۔ ممتا کا روپ الٹ بھی سکتا ہے جب ماں ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہو جو بیماری لے کر اس کا بچہ پیدا ہو اور دونوں کو یہ مہلک بیماری کسی وقت بھی اس دنیا سے رخصت کر سکتی ہو۔ تو ماں کی ممتا یہ چاہے گی یا بعض حالات میں یہ چاہے گی کہ چونکہ ماں کے مرنے کے بعد بچے کی دیکھ بھال کرنیوالا کوئی نہ ہوگا اور وہ بیماری میں سسکتا رہے گا وہ چاہے گی کاش اس کا بچہ اس کی زندگی میں ہی اس بیماری سے چھٹکارا حاصل کرے۔ اور کیونکہ اسے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے موت اس لئے وہ چاہے گی کہ اس کا بچہ اس کی زندگی میں ہی ختم ہو جائے کتنی عجیب بات ہے لیکن ہے یہ درست۔

اور یہ بتائی ہے انیتا سپٹیمس نے جو آلٹن سٹائن وہیلر۔ ہسپتال میں ایڈز کی بیماری کی کوآرڈی نیٹر ہے یہ ہسپتال برونکس (امریکہ) میں ہے اور جب اس نے یہ بات بتائی وہ ایسی ماؤں کا ذکر کر رہی تھی جن کے بچے پیدائش ہی سے ایڈز کی بیماری لے کر اس دنیا میں آتے ہیں۔ ان کی مائیں بھی اس بیماری میں مبتلاء ہوتی ہیں اور وہ بھی اپنی پیدائش ہی کے وقت سے ایڈز کی بیماری اپنے ساتھ لاتے ہیں۔

انیتا سپٹیمس کا تو کہنا ہے کہ ماں کی ممتا کا بعض اوقات اس طرح بھی اظہار ہوتا ہے کہ ماں اور بچہ دونوں بیمار ہیں۔ اور ماں قوت ارادی سے اس وقت تک زندہ رہتی ہے جب تک کہ اس کا بچہ اس دنیا سے کوچ نہیں کر جاتا اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو اس کے معاً بعد اس کی اپنی بیماری اس پر اتنا غلبہ حاصل کر لیتی ہے کہ وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہتی۔ گویا کہ بیماری کے باوجود اس کی زندگی کی اصل وجہ اس کی وہ ممتا تھی جو وہ اپنے بیمار بچے کے لئے محسوس کرتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایڈز ہی ایک ایسی بیماری ہے جو سارے خاندان کو لے ڈوبتی ہے اگر بچہ اس بیماری کو لے کر پیدا ہوا ہے تو یقیناً اس کی ماں اس بیماری میں مبتلا ہوگی۔ اور اس میں بھی کسی شک کی گنجائش نہیں کہ اس کا باپ بھی اس بیماری میں ضرور مبتلا ہوگا۔ جو مائیں اس بیماری میں مبتلا ہیں وہ اپنی اس بیماری کو اپنے بچوں تک پہنچا دیتی ہیں۔ چاہے وہ ابھی پیدا ابھی نہ ہوئے ہوں۔

کہتے ہیں کہ اس وقت تک اس قسم کے ۲۴۸ بچے موت کے منہ میں جا چکے ہیں۔ یہ حالت بھی تشویشناک ہے۔ لیکن اس بیماری کے بڑھنے کی صورت جب سامنے آتی ہے تو دل دہل جاتا ہے کیونکہ یہ ایک وبائی صورت اختیار کر کے جلد جلد لوگوں کا خاتمہ کر سکتی ہے یہ بھی عجیب بات ہے کہ اس وقت تک امریکہ میں جو تحقیق ہوئی ہے اس سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ سیاہ فام عورتوں کو یہ بیماری زیادہ لاحق ہوتی ہے۔ بارہ سو بیماروں کا مطالعہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ ان میں سے ۵۰۷ سیاہ فام عورتیں ہیں۔ جس طرح بڑوں میں یہ بیماری ایک خاصے وقت تک پوشیدہ رہتی ہے۔ اسی طرح بچوں میں بھی اس بیماری کے پوشیدہ رہنے کا امکان ہوتا ہے۔ اور اگر اس بات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب سے خطرناک بات اس بیماری کا پوشیدہ رہنا ہے۔ کیونکہ جب بیماری ظاہر ہو جاتی ہے تو کسی نہ کسی رنگ میں اس کے علاج کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اگر بیماری ظاہر نہ ہو اور اندر ہی اندر انسان کو کھاتی چلی جائے۔

گھن کی طرح۔ تو علاج نہ صرف مشکل ہو جاتا ہے بلکہ ناممکن۔ ایک سوال جس پر خاص طور پر غور کیا جا رہا ہے یہ ہے کہ کیا کوئی ایسے بچے بھی ہو سکتے ہیں جو پیدائش کے وقت تو اس بیماری میں مبتلاء ہوں لیکن ان کی بیماری بڑھنے نہ پائے۔ اور وہ ایک نارمل زندگی بسر کر سکیں۔

درد کم کرنے والی دوائیں

مرنا تو ہر انسان کا مقدر ہے اور اس سے کوئی مفر نہیں اور وہ کسی بھی بیماری سے مر سکتا ہے۔ لیکن کینسر ایک ایسی بیماری ہے کہ جس کا نام لیتے ہی انسان کانپ اٹھتا ہے اور موت جو پہلے آنکھوں سے اوجھل ہوتی ہے متشکل ہو کر نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔

W.H.O کا کہنا ہے کہ اس وقت چالیس لاکھ افراد کینسر کی تکلیف کو بلا وجہ برداشت کر رہے ہیں۔ حالانکہ درد کم کرنے کے لئے نہایت کامیاب تجربے کر کے ادویہ تیار کی جا چکی ہیں۔ جہاں تک تیسری دنیا کا تعلق ہے کینسر کے اکثر بیمار ایسے ہیں کہ جس وقت اس مرض کی تشخیص کی جاتی ہے وہ لاعلاج ہو چکے ہوتے ہیں۔ اسی لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ درد کو کم کرنے والے علاج سے خاص طور پر فائدہ اٹھایا جائے۔

W.H.O کے مطابق جو لوگ اس درد میں مبتلاء ہوتے ہیں وہ کینسر اور اس کے علاج کے متعلق بہت کم علم رکھتے ہیں اور ڈاکٹروں کا بھی عام طور پر یہ رویہ ہوتا ہے کہ درد کم کرنے والی دواؤں کا کم استعمال کرتے ہیں ان دواؤں میں مارفین خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ ڈاکٹر اس بات سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ کہیں اس دوائی کی عادت ہی نہ پڑ جائے یا ہو سکتا ہے کہ قانون اس کے زیادہ استعمال کی اجازت نہ دے یا یہ دوائی آسانی سے مہیا نہ ہو سکتی ہو۔ W.H.O نے جو اعداد و شمار اکٹھے کئے ہیں ان کے مطابق ایک کروڑ چالیس لاکھ افراد ساری دنیا میں کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ہر سال ۷۰ لاکھ مریضوں کا اضافہ ہوتا ہے اور ان میں سے ۵۰ لاکھ جانبر نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ۲/۳ سے زیادہ مریض ترقی پذیر ممالک میں پائے جاتے ہیں۔

جب تم کسی کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کو مراد دیئے جاتا ہے اور وہ اپنی خطا پر مصر ہے تو جان لو۔ کہ یہ امر اس کو مہلت دینے کے لئے ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ترقی یافتہ کراچی کا معمار

جمشید نصروان جی مہتہ جو جنوری ۱۸۸۴ء کو کراچی میں ایک امیر تاجر کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ ان کے متعلق ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو کہتی ہیں کہ اگر انہیں موجودہ کراچی کا معمار کہا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ ڈاکٹر موصوفہ کے خیال میں وہ ایک خدا رسیدہ انسان تھے۔ اینی بیسانٹ کے پیروکار اور ہر وہ شخص جو اس صدی میں ہندوستان میں بڑا کہا جاسکتا ہے اس کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ مثال کے طور پر وہ ٹیگور اور گاندھی جی کا نام پیش کرتی ہیں۔ مسٹر اے۔ کے۔ بروہی نے مسٹر جمشید نصروان جی مہتہ کے متعلق کہا کہ

"میں تو ان کے متعلق وہی کچھ کہونگا جو فائیڈو نے سقراط کے متعلق کہا تھا کہ وہ ہم میں سے سب سے زیادہ عقلمند سب سے زیادہ انصاف پسند اور سب سے بہتر انسان تھا۔ وہ ایک سیاسی کارکن بھی تھے اور شہری ایڈمنسٹریٹر بھی۔ اور حمیدہ کھوڑو کہتی ہیں کہ سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ وہ انسانیت دوست تھے۔ ایک امیر گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود امارت ان کے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی تھی نہ ہی وہ خطابات لینے کے قائل تھے سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا وہ سب لوگوں کی بھلائی کے لئے استعمال کرتے تھے۔ تھیوسافیکل سوسائٹی کے ممبر تھے۔ اور فرقہ واریت اور تعصّب سے بہت دور۔ انکے لئے تو صرف اپنا ملک اور اپنے ملک کے لوگ قابل توجہ تھے۔ کوئی ہندو ہو مسلمان ہو پارسی ہو یا عیسائی ہو اس بات سے انہیں کوئی واسطہ نہیں تھا۔ پہلی دفعہ وہ پبلک میں اس وقت آئے جب ۱۹۱۸ء میں میونسپل کونسلر منتخب ہوئے۔ اس حیثیت سے انہوں نے ۶ سال تک اور اس کے بعد بطور صدر اور میئر کراچی ۱۳ سال تک کراچی کے باشندوں کی خدمت کی۔ وہ ہندوستانی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیتے تھے اور وہ ہوم رول لیگ کے ایک نمایاں فرد تھے۔ وہ صوبائی کانفرنس کے جو جیکب آباد میں منعقد ہوئی صدر منتخب کئے گئے۔ انہوں نے سندھ کو بمبئی سے الگ کروانے کے لئے اپنی کوششوں میں کبھی کمی نہیں آنے دی۔ ۱۹۳۷ء میں سندھ لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے۔ جہاں تک رفاہ عامہ کے کاموں کا تعلق ہے۔ وہ کئی جہات سے خاصے مصروف تھے۔ تعلیم، تجارت، رفاہِ عامہ کے دیگر کام، ان سب کی طرف وہ توجہ دیتے تھے اور زراعت بھی ان کی توجہ کا مرکز تھی۔ وہ سندھ ہاری ایسوسی ایشن کے ایک قابلِ قدر اور پُرجوش رہنما تھے۔ اگرچہ وہ شہر میں رہ کر شہری زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے دیہات کو کبھی فراموش نہ کیا تھا۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی اور کوشش بھی کہ کسان کو اس کے کام کا بہتر معاوضہ ملنا چاہیئے۔ نصروان جی مہتہ کو دو اصولوں سے خاص طور پر لگاؤ تھا ایک تو سچّائی اور انصاف اور دوسرے عوام الناس کی خدمت، سیاست میں بھی انہوں نے انہیں دو باتوں کو مدِنظر رکھا۔ اپنی کونسلری اور صدارت کے دوران انہوں نے بھرپور کوشش کر کے کراچی کے باشندوں کی خدمت کی۔ اگرچہ بطور کونسلر اور میئر کے ان کا زیادہ تر انحصار اکثریت پارٹی یعنی کانگریس پر تھا جو سندھ کو خود مختاری دینے کی مخالفت کرتے تھے لیکن انہوں نے اس کی پرواہ کئے بغیر اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ اور اس سلسلے میں تحریر سے بھی کام لیا ان کا ایک پمفلٹ "سندھ کی علیحدگی" بہت مشہور ہوا اور اسے ایک سیاسی دستاویز کے طور پہ مانا جانے لگا۔ جب وہ سندھ لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تو انہیں کانگریس کے کارکنوں کی پشت پناہی حاصل تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہ دیکھ کر کہ کانگریس کی حکومت بلاوجہ وزراء کے جوڑ توڑ میں مصروف ہے اور اس طرح صوبے کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔ استعفیٰ دے دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس پوزیشن میں استعفیٰ دینا کوئی کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ پرانی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ماں سے یا مادرِ وطن سے بالا کوئی آسمان نہیں ہے گویا کہ ماں اور مادرِ وطن کی انتہائی عزّت اور خدمت کرنی چاہیئے۔ حمیدہ کھوڑو کہتی ہیں کہ انہیں کے الفاظ کو دہرا کر ہم ان کی برسی کے موقعہ پر احباب کو یاد دلاتے ہیں کہ وطن کی خدمت ایک لازمہ حیات ہے۔ خدا نے جو عقل، محبّت اور طاقت ہمیں عطا کی ہے وہ ہمارے اندر ہے۔ ہمیں کسی صورت میں بھی زندگی سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مشکلات چاہے کیسی ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر ہم خدا تعالیٰ سے طاقت اور قوّت مانگیں اور اس کی محبّت کے لئے اس سے دعا کریں تو ہماری زندگی بہت شیریں ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی روزمرّہ کی زندگی کو قربانی کے سلسلے میں خرچ کریں۔

آپٹیکل کمپیوٹر

محمد احمد
یونیورسٹی آف اسلام آباد

آج کل ایسا کمپیوٹر بنایا جا رہا ہے جس میں برقی کرنٹ کی بجائے روشنی کو استعمال کیا جاتا ہے یہ کمپیوٹر ایک ٹریلین ---- اپریشن ایک سیکنڈ میں کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے گذشتہ چالیس برسوں میں ڈیجیٹل کمپیوٹر نے خاصی ترقی کی اور لوگ اس ترقی کو الیکٹرانک ٹیکنالوجی کی ترقی سے وابستہ کرتے ہیں۔ حالانکہ کمپیوٹر کیا ہے؟ یہ وہ آلہ ہے جو ARITHMETIC اور LOGIC کے اپریشنز کر سکتا ہے اور یہ ہی اپریشنز کئی ایک طریقوں سے ہو سکتے ہیں۔ یہ طریقہ میکانی MECHANICAL برقی اور اب نوری طور پر بھی ہو سکتا ہے۔

۱۹۷۰ء میں لوگوں نے اس نظریہ کو بہت اہمیت دی کہ برقی کرنٹ کی بجائے LASER لہروں کو استعمال میں لایا جائے اس سے کمپیوٹر ایک ہزار گنا تیز کام کرنے کی صلاحیت رکھ سکتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ دیکھیں ایسے کہ کمپیوٹر کا بنیادی COMPONENT سوئچز ہوتے ہیں عام گھروں میں استعمال ہونے والے سوئچز کی طرح جو یا آن ہوتے ہیں یا آف۔ کمپیوٹر میں بھی دو STATES کو تبدیل کرنے کے لئے سوئچز استعمال ہوتے ہیں تو کمپیوٹر کی کام کرنے کی حد رفتار ان ہی سوئچز پر منحصر ہے اگرچہ چند اور عوامل بھی کمپیوٹر کی رفتار پر اثر انداز ہوتے ہیں مگر زیادہ سوئچز پر انحصار ہوتا ہے۔ برقی کمپیوٹر میں TRANSISTOR کو سوئچ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، لیکن دنیا کا تیز ترین TRANSISTOR بھی اپنی STATE تبدیل کرنے کے لئے جو وقت لیتا ہے وہ ایک نینو سیکنڈ سے کم نہیں جبکہ نینو سیکنڈ کا مطلب ایک سیکنڈ کا دس لاکھواں حصہ۔

اب آئیں آپٹیکل کمپیوٹر کی طرف اس میں TRANSISTOR کی جگہ جو چیز استعمال ہوتی ہے اس کو TRANS-PHASOR کہتے ہیں جب اس کو سوئچ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے تو سوئچنگ ٹائم کوئی ایک پیکو سیکنڈ کے لگ بھگ ہوتا ہے اس کا مطلب ہے TRANSISTOR سے بھی ایک ہزار گنا کم وقت یعنی ایک سیکنڈ کے ایک اربواں حصہ میں آپٹیکل سوئچ آن سے آف ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

بقیہ! حفاظتِ اطفال

(۳)، یہ کہ پیشتر اس کے کہ ڈاکٹر و حکیم کے پاس بچہ جائے۔ عارضی تدابیر سے بچہ کی تکلیف کو کچھ کم کر کے اس کو آرام پہنچایا جا سکتا ہے۔

(۴)، ماں باپ کے دل کو تکلیف کی نوعیت معلوم ہونے سے ایک حد تک اطمینان ہو جاتا ہے۔

خط تو آپ ہمیں جسطرح چاہیں لکھیں خوبصورت یا شکستہ۔ لیکن اپنا مضمون ضرور ورق کے ایک طرف لکھیں۔ خوبصورت لکھیں اور صفحہ کے ایک طرف تقریباً ایک ڈیڑھ انچ حاشیہ چھوڑ کر۔ یہ بات ہم صرف نو آموز سے نہیں کہہ رہے بلکہ بہت اچھا لکھنے والوں سے بھی یہی گذارش ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبارِ احمدیہ

اعلان نکاح وتقریب رخصتانہ

مکرم ندیم احمد صاحب شیخ ولد شیخ محمد اسلم صاحب چارٹرڈ اکونٹنٹ لنڈن حال نیو انارکلی۔ لاہور کا نکاح ہمراہ نصرت جہاں خالد بنت مکرم عبد المجید خالد بٹ اسسٹنٹ وائس پریذیڈنٹ۔ نیشنل بنک آف پاکستان۔ دارالرحمت شرقی بیس ہزار روپے حق مہر پر مکرم صوفی محمد اسحق صاحب نے مورخہ ۸۹/۸/۲ کو برمکان عبد المجید صاحب بٹ پڑھا۔ رخصتانہ کی تقریب اسی روز عمل میں آئی۔ بارات لاہور سے ½ ۹ بجے ربوہ پہنچی۔ ٹھیک ½ ۲ بجے بعد از دوپہر رخصتی کی تقریب عمل میں آئی۔ تلاوت ونظم کے بعد مکرم صوفی محمد اسحق صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ ہر دو خاندانوں اور سلسلہ کے لئے بھی بابرکت کرے۔

اعلانِ نکاح

خاکسار کی بیٹی رئیسہ احمد صاحبہ کا نکاح ہمراہ چوہدری منصور احمد صاحب ولد چوہدری فضل الدین صاحب آف گولبازار ربوہ سے ایک لاکھ روپیہ حق مہر پر مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ نے بیت الفضل فیصل آباد میں ۱۱ اگست کو پڑھایا۔

احباب سے گذارش ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ دونوں خاندانوں کے لئے بابرکت اور کامیاب فرمائے۔

چوہدری خلیل احمد
گلشن اقبال کراچی

تقویٰ کی جڑ خدا کیلئے خاکساری ہے
عفت جو شرط دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے
(براہینِ احمدیہ جلد ۵ ص ۱۸)

آپ کا خط ملا

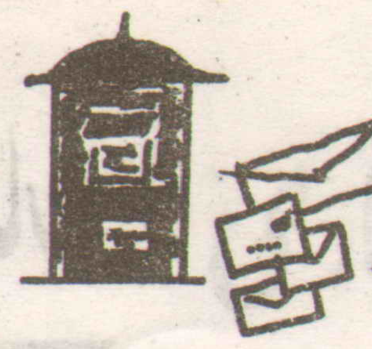

شیخ نصیر الدین احمد (حال امریکہ)

۱۷ جون کے شمارہ میں محترمہ شہناز نور صاحبہ نے جو تخلیق میں شائع شدہ مقالہ کا ایک حصہ "سندھی شاعری پر فارسی کے اثرات"، کے عنوان کے تحت ارسال کیا تھا اس کی بعض عبارات سے متعلق آپ کے ایک مراسلہ نگار نے چند غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ہے دراصل ایک ہی لکھے ہوئے یا بولے ہوئے فقرہ میں کئی زاویے (مختلف اطراف سے مختلف روشنیاں پڑنے کی وجہ سے) پیدا ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض اوقات ایک ہی فقرہ کو ایک زاویہ سے درست اور دوسرے زاویہ سے غلط بھی ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اور ادبی نکات کے پھول انہیں سے کھلتے ہیں

آپ کے مراسلہ نگار نے اس مضمون کی ایک عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مقالہ نگار نے گویا عربی کو فارسی کا طفیلی بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہ ایک زاویہ نگاہ ہے۔ اگر اسی کو ایک اور زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو عبارت کے سیاق وسباق کے اعتبار سے ان کا اخذ کردہ نتیجہ قرین قیاس نہیں۔

عربی پر تو صرف فارسی ہی نہیں بلکہ انگریزی اور فرانسیسی بلکہ بعض دیگر زبانیں بھی اثر انداز ہوئی ہیں۔ حضرت سلیمان فارسیؓ کے عرب میں آکر عربوں میں ایک عرصہ قیام کرنے سے ان کے ماحول میں کئی فارسی الفاظ عربی میں شامل ہوئے ہوں گے۔ اور ایک لحاظ سے ان کے ماحول کی عربی پر ایک حد تک فارسی اثر انداز تو ہوئی ہو گی۔

مضمون نگار تو یہ بتا رہے ہیں کہ سب زبانیں ان کے بولنے والوں کے اختلاط سے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ "یہ ایک الگ بحث ہے کہ کس زبان پر کس زبان کے اثرات زیادہ پڑے"۔ محض کسی زبان کے عربی پر کسی حد تک اثر انداز ہونے سے عربی کے اُمّ الالسنہ ہونے کی حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس سے عربی اس زبان کی طفیلی نہیں بن جاتی۔

اگر مقالہ نگار کی یہ بات محترم مراسلہ نگار کو تسلیم ہے۔ کہ "صدیوں تک یہاں کی سرکاری زبان فارسی رہی"۔ تو اگر اسی علاقہ میں بعد میں عرب بھی آئے تو واپس جاتے ہوئے وہ بہت سے فارسی الفاظ ساتھ لے گئے ہوں گے اسی طرح اس کے برعکس عمل بھی طبعی ہے۔ اسی بات کو اگر مقالہ نگار نے ان الفاظ میں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ "فارسی زبان سندھی زبان میں زیادہ دخیل رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ فارسی کے توسط سے عربی بھی (یعنی وہ عربی الفاظ بھی جو فارسی نے اپنائے ہوئے تھے) . . . سندھی میں شامل ہو گئی"۔ تو اس میں خلاف حقیقت کونسی بات ہے۔ اور عربی کے تقدس پر اس کا کونسا منفی اثر پڑتا ہے؟

ہم جب غیر ملکیوں کو اُردو سکھاتے ہیں تو اس دوران ان کو بہت سے عربی۔ فارسی اور ہندی کے الفاظ بھی سکھا جاتے ہیں۔ ہم جب سکھاتے وقت کسی کو کہتے ہیں کہ "کہو! مجھے قبول ہے"۔ تو وہ عربی لفظ "قبول"، بطور اردو ہی سیکھتا ہے۔ بطور عربی لفظ نہیں۔ اس بات کو اگر ہم یوں کہیں کہ اردو سیکھنے کے دوران انہوں نے بہت سے عربی۔ فارسی اور ہندی الفاظ بھی سیکھ لئے اور اس طرح انہوں نے گویا اردو کی وساطت سے عربی۔ فارسی اور ہندی بھی سیکھ لی۔ تو کیا ایسا کہنے سے عربی۔ فارسی اور ہندی زبانیں اردو کی طفیلی زبانیں متصور ہوں گی؟

آپ کے مراسلہ نگار نے مقالہ نگار کی اس عبارت پر بجا نشاندہی فرمائی ہے کہ "انگریزی نے اپنے راستے بنائے یہاں تک کہ ایک نئی زبان اردو کے نام سے تشکیل ہوئی" گویا انگریزوں نے آکر فارسی اور سندھی زبان پر انگریزی کا اثر ڈالا جس کے نتیجے میں اردو پیدا ہوئی۔

مقالہ نگار در اصل بات تو سندھی پر فارسی کے اثر انداز ہونے کی کر رہے ہیں۔ اور برسبیل تذکرہ اردو کا بھی بطور مثال ذکر کر گئے ہیں۔ اگر وہ اس کی تھوڑی سی ایک ہی فقرہ میں وضاحت کر جاتے تو شاید یہ اشکال پیدا نہ ہوتا مثلاً اگر "نئی زبان اردو" کی بجائے ایک "نئی اردو زبان"، یعنی دو الفاظ "نئی"، اور "اردو" کو آپس میں تبدیل کر دیتے تو مطلب کچھ اور بن جاتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریزوں کے آنے سے پہلے بقول مراسلہ نگار اردو "لٹریری" زبان بن چکی تھی۔ لیکن اس سے قبل اس کو "لٹریری" کوئی نہ کہتا تھا گویا انگریزوں کے آنے کے بعد "ادبی زبان"، کے اردو الفاظ نے ایک نیا طرز اختیار کر لیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں انگریزوں کے آنے کے بعد ایک نئی اردو زبان پیدا ہو گئی۔

مضمون نگار اصل موضوع پر بحث کے دوران وضاحت کی غرض ایک مختصر بحث اس موضوع پر بھی کر گئے ہیں کہ زبانیں کس طرح ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ بحث نہیں ہے کہ ایک زبان ایک اور ایسی زبان پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے جو ابھی موجود ہی نہ ہو۔ یہ مضمون نگار کو بھی ضرور تسلیم ہو گا کہ انگریزوں کے آنے سے پہلے اردو زبان موجود تھی۔ چنانچہ انگریزوں نے آتے ہی اپنی حکومت کا کام چلانے کے لئے اپنے ٹوٹے پھوٹے انداز میں اردو زبان ہی سیکھی تھی۔ عربی یا فارسی تو نہیں سیکھی تھی۔

یہ تسلیم کرنے میں تو کسی کو باک نہیں کہ ابتدائی اردو ادب پر (جو ابتدائی زمانہ کے لشکریوں کی ہندوستان ہی کی مختلف زبانوں سے تشکیل پائی تھی) فارسی عربی اور پھر انگریزی مزید اثر انداز ہوئی تو ابتدائی اردو ایک نئی اردو زبان کی شکل ظاہر ہوئی۔

بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے لٹریچر میں "کانشینس"، کا لفظ کئی جگہ استعمال فرمایا ہے۔ کیا یہ لفظ انگریزوں کے آنے سے قبل بھی اردو ادب میں موجود تھا؟ گویا بعد میں ایک نیا اردو ادب بنا۔

ابتدائی اردو ادب کی مغلق عبارات کو تو محققین ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عام آدمی کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ لیکن خود اٹھارہویں صدی کے ادب میں بھی ایسے الفاظ استعمال ہوا کرتے تھے جن کا وجود اب عنقا ہے۔ جیسے "پکھ"، کو "ڈھنگ"، کہنا۔

الغرض "الفاظ"، اور "زاویے"، باہم ایک دوسرے کے جامے پہنتے ہی رہتے ہیں۔ اور نت نئے گُل کھلاتے ہی رہتے ہیں۔

اس بحث میں شمولیت کا موقع دینے کا قبل از وقت شکریہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بدر عالم اعوان صوبیدار (ریٹائرڈ)

یاد رفتگاں

مختار بیگم صاحبہ

خاکسار کی اہلیہ مختار بیگم (مدفون بہشتی مقبرہ) لدھیانہ میں پیدا ہوئیں اور یہ عاجز ہوشیار پور میں۔ ان ہر دو مقامات کو احمدیہ تاریخ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

والد صاحب اپنے ہمراہ مجھے لدھیانہ لے گئے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ میری اہلیہ کی والدہ نے مرتے وقت اس کو وصیت کی تھی کہ وہ شادی اپنے ماموں کے بیٹے یا میرے والد صاحب کا نام لیکر کہا کہ ان کے بیٹے سے کرنا مختار بیگم کے والد صاحب تو بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور دس بارہ سال کی عمر میں والدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔

قومی رسم و رواج کے تحت میری ان سے منگنی والد صاحب نے کرا دی حالانکہ وہ اسوقت احمدی نہ تھی۔ تقسیم ملک کے بعد خاکسار کی مستقل تعیناتی لاہور ہو گئی۔ وہاں حضرت امام جماعت سے ملاقات کا اکثر موقعہ ملتا۔ نیز سلسلہ کی خدمت۔ پہلے محصل۔ سیکرٹری مال اور بعد میں صدر جماعت کی ذمہ داری کی وجہ سے زیادہ گہرے دوستانہ تعلقات احمدی احباب سے تھے۔ شادی کے لئے احمدی رشتے آنے شروع ہوئے تو اپنی منگیتر کا خیال بھی دل میں آتا۔ ایک گہرے دوست کے مشورہ سے استخارہ شروع کیا۔ ایک بچپن کا دوست جو ہماری اعوان قوم سے تھا اور جن پر خاکسار کے اور اہلیہ کے خاندان کے احسانات تھے، مجھے لاہور آ کر ملے اور مجھے اپنے سسرال والوں سے ملنے کی تحریک کی۔ حضور کی اجازت لے کر شادی کی۔ مجھے کوارٹر سرکاری مل گیا اور اہلیہ کو ساتھ رکھا۔ احمدی احباب کی مستورات اجلاسات اور دیگر بزرگ خواتین سے ملاقات میرے حسن سلوک سے بہت متاثر ہوئیں۔

ایک دن میں نے کچھ متفکر دیکھ کر وجہ پوچھی تو کہنے لگیں کہ ان کا ایک بھائی لاپتہ ہے۔ میں نے کہا میں خود بھی دعا کروں گا۔ اور حضرت صاحب سے بھی دعا کی درخواست کروں گا۔ میرا یقین ہے کہ امام وقت کی خدمت میں دعا کی درخواست لکھ کر ڈاک میں ڈالتے ہی دعا کا اثر شروع ہو جاتا ہے۔ خدا کے فضل سے چند دن بعد ہی اہلیہ کا بھائی خود بخود میرے دفتر کے سامنے آ گیا۔ اسے گھر لے گیا اور اہلیہ بے حد خوش ہوئیں۔ کچھ دنوں بعد میں نے تحریک کی جس پر اس نے بیعت کر لی اور پھر وصیت بھی کر دی اور ساری زندگی جسے نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا۔

خاکسار کے رشتہ داروں سے اور ہمسایوں سے بہت اعلیٰ درجہ کا حسن سلوک کرتی تھیں۔ اکثر تحائف ہمسایوں اور رشتہ داروں میں بھجواتی رہتی تھیں۔

مہمان نوازی کا اللہ تعالیٰ نے وصف نہایت اعلیٰ پایہ کا دیا تھا۔ کئی رشتہ دار مہمانوں کے کپڑے خود دھویا کرتیں اور دور دراز کے رشتہ داران کو جاتے وقت سفر خرچ بھی دے دیتیں۔ بلکہ ایک دور جانے والے مہمان کو کھانا رستہ میں کھانے کے لئے تیار کر کے دیا۔

گھر میں کئی مواقع پر گائے، بھینس، بکری اور مرغیاں رکھی ہوتیں۔ دور کے مہمانوں کو گھر سے مرغی ذبح کرا کر کھانا کھلاتیں۔

ایک مرتبہ ہم منڈی بہاؤ الدین کرایہ کے مکان میں رہتے تھے اور مالک مکان بضد تھا کہ اب مکان خالی کر دیں۔ ہمارے ہمسایہ سے ایک عورت مرغی کے انڈے لینے آئی جو اسے پیش کر دیئے وہ قیمت پوچھنے لگی تو کہنے لگیں جو چیز اپنے گھر کی ہو دودھ، گھی، انڈے۔ وہ کبھی فروخت نہیں کی۔ ضرورت مندوں، ہمسایوں کو ہدیۃً دیتے ہیں اور پھر اس کو مناسب رنگ میں نیک باتوں کی دعوت الی اللہ کی۔

اس عورت کے سسر حاجی تھے۔ جب کبھی میرا ان کا آمنا سامنا ہوتا اور میں سلام کہتا تو وہ حاجی صاحب منہ دوسری طرف کر لیتے چند یوم گزرے حاجی صاحب نے میرے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب باہر نکلا تو بڑی محبت سے فرمانے لگے کہ ہم اندرونِ شہر نئے مکانوں میں جا رہے ہیں۔ آپ ہمارے مکانوں میں جائیں اور آ کر دیکھ کر سنبھالیں۔ کرایہ بھی نہ دیں۔ میں نے مکانات دیکھے ہر سہولت وافر موجود تھی اور کہا حاجی صاحب بغیر کرایہ کے نہیں کرایہ مقرر کر لیں۔ کہنے لگے نہیں نہیں مگر میں نے کہا کرایہ ضرور ہونا چاہیئے بالآخر -/۵۰ روپے ماہوار کرایہ پر مکان لے لیا۔

ایک موقعہ پر جماعت کے خلاف بڑے ہنگامے شروع ہوئے ہیں۔ نئے مکان کا ایک کمرہ نماز باجماعت کے لئے مخصوص کر رکھا تھا جس میں محلہ کے احباب باجماعت نمازیں ادا کرتے تھے۔ ہمارے خلاف تقاریر لاؤڈ سپیکروں پر ہوتی رہتی تھیں۔

ایک دن محلہ کے بچوں اور نوجوانوں سے مخالفین نے جلوس نکلوایا۔ میں بازار گیا ہوا تھا۔ راستہ میں دو احمدی نوجوان ملے کہ ادھر نہ جاویں جلوس نکالا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہی وقت تو گھر جانے کا ہے۔ جب گھر پہنچا تو جلوس گھر کے سامنے سے گزر کر منتشر ہو چکا تھا۔ میری اہلیہ نے بتایا کہ گھر کے ایک کمرے میں بچوں کو بند کیا۔ ریوالور دیا اور پسی ہوئی سرخ مرچیں دیں اور تاکید کی اگر خدانخواستہ کوئی زبردستی اندر آ جائے تو لڑ کر مقابلہ کر کے مرنا ہے۔ اور خود میں ڈیوڑھی میں آ گئی۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی تسکین عطا کی کہ میں نے گلی سے گزرنے والے جلوس کو زوردار آواز میں ڈانٹا اور اینٹ اٹھا کر گلی کے پاس والے مکان میں اینٹ ماری اور بچے ایسے ڈرے کہ بھاگ گئے۔ خدا تعالیٰ نے ان پر رعب ڈال دیا اور ہماری طرف کوئی نہ آیا اور ایک موقعہ پر محلہ والوں نے اتفاق کر لیا کہ کسی احمدی کو مکان کرایہ پر نہیں دینا۔ لیکن ہمیں سخت ضرورت تھی۔ دعا بھی کرتے تھے اور کوشش بھی۔ مجھے کہنے لگیں کہ فلاں گاؤں کی ایک عورت ہماری ہمسایہ تھی ان کا مکان خالی ہے ان کو پیغام بھجوائیں۔ میں نے ان کے گاؤں پیغام بھجوایا تو انہوں نے فوراً چابیاں بھجوا دیں اور دوسرے حیران تھے۔ ہم نے کافی عرصہ اسمیں قیام کیا۔

ایک مرتبہ خاکسار کا ایک پرانا دوست آیا اور بچوں سے کہا کہ ہمارے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ ایک مرغ یا مرغی فروخت کر دیں۔ بچوں نے اندر جا کر کہا کہ والد صاحب کے فلاں دوست اپنے مہمانوں کے لئے ایک مرغ یا مرغی قیمتاً مانگنے آئے ہیں۔ بچوں سے کہا کہ ایک مرغی پکڑ کر ان کو دے دو اور قیمت ہرگز نہ لینا۔ کہنا کہ آپ کے مہمان ہمارے مہمان۔

بڑی صابر و شاکر تھیں۔ اچھے برے حالات اور مختلف ادوار سب پر آتے رہتے ہیں۔ کبھی تنگی کا وقت آیا تو بچوں کو تلقین کرتیں کہ وقت اور حالات کا مقابلہ صبر اور دعا سے کرنا ہے۔ کبھی کسی سے چیز نہیں مانگتی تھیں۔ کبھی قرض نہ لیتیں۔ ہمیشہ جو کچھ گھر میں ہوتا اس پر قناعت کرتیں۔ ہمیشہ صاف سادہ لباس پہنتی تھیں۔ مگر میرے لئے اچھے لباس کا ہمیشہ خیال رکھتیں اور بچوں کا بھی۔

ایک مرتبہ میں نے کہا کہ چلو بازار اور اپنی مرضی کا اپنے لئے اچھے سے اچھا سوٹ خرید لو۔ بزاز کی دکان پر گئے لیکن درمیانہ درجہ کا خوبصورت سوٹ خریدا۔

قدرتی صحت و رنگ خوبصورت و دلکش سیرت کی طرح تھا۔ نماز۔ روزہ۔ تلاوت قرآن پاک اور چندوں کی ادائیگی کی بہت پابند تھیں۔

حسن سلوک اور مسکراتے چہرہ سے ملنا تو قدرت نے ان کو بچپن سے عطا فرمایا تھا۔ وفات کے بعد ایک دوست بہشتی مقبرہ گئے اور بعد میں مجھے ملے اور ذکر کیا کہ آج سے پندرہ سولہ برس پہلے میری بیوی آپکی بیوی سے ایک مرتبہ ہی ملی تھیں اور کہتی ہے کہ آپکی بیوی بہت ملنسار اور بلند اخلاق تھیں۔ اسی طرح بے شمار واقعات مختار بیگم کے حسن سلوک کے ہیں جنہوں نے دوسروں پر بڑے اچھے اثرات چھوڑے ہیں۔ خواتین مبارکہ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔

وفات سے چند ماہ پیشتر مجھ سے کہا کہ دفتر سے معلوم کریں کہ میرا حصہ جائیداد کا چندہ کتنا رہتا ہے۔ میں نے معلوم کر کے بتایا کہ تقریباً پانچ ہزار رہتا ہے۔ آپ فکر نہ کریں جلد ادا ہو جاوے گا۔ اکثر دعا کیا کرتی تھیں کہ خدایا چلتے پھرتے ہی اس جہان سے بلا لینا۔ چند ہفتے بیمار رہیں۔ بظاہر صحت بہت اچھی تھی۔ ڈسٹرکٹ ہسپتال فیصل آباد داخل کرایا۔ ڈاکٹری ٹسٹ پر بلڈ کینسر تشخیص ہو کر علاج جاری رہا اور پھر الائیڈ ہسپتال منتقل ہوئیں۔ وہاں چند روز کے بعد ۱۵/۸/۸۸ کو اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوئیں۔ سچ ہے

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

بوجہ موصیہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئیں۔ اکثر اپنے اور غیر از جماعت اعزہ و اقرباء قبر پر جاکر دعا کرتے رہتے ہیں۔ جملہ احباب کرام سے بلندیٔ درجات کے لئے دردِ دل سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اعلیٰ جگہ دیکر بلندیٔ درجات فرماتے رہیں۔

"یہ فرقہ دنیا میں آشتی
اور صلح پھیلانے آیا ہے"
(تریاق القلوب ص ۳۹۹)

مسکینی سے قرآن شریف کا جُوا اپنی گردن پر اٹھاؤ (ازالہ اوہام ص ۵۴۸)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج میں ہفتہ تقاریبِ آزادی

گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں یوم آزادی ۱۴، اگست کے حوالہ سے ہفتہ تقاریب یوم آزادی بھرپور طریق سے منایا گیا۔ ۱۴، اگست کی صبح کالج کی عمارت پر قومی پرچم لہرایا گیا۔ اور وطن عزیز کی آزادی، سلامتی، اتحاد و استحکام کے لئے دعا کی گئی۔ پاکستان سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ جس میں طلباء اور اساتذہ نے ذوق شوق سے حصّہ لیا۔ مختلف موضوعات پر لیکچر منعقد ہوئے۔ جن احباب نے قومی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا ان میں پروفیسر ڈاکٹر مبارک علی صاحب پرنسپل، پروفیسر منور شمیم صاحب، پروفیسر وقار اصغر صاحب، پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب، پروفیسر جہانگیر احمد صاحب اور طلباء میں سے محمد حامدن اور شیر بہادر شامل ہیں۔ مقررین نے قومی اتحاد اور وطن عزیز کے تحفظ و استحکام کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کا عہد کیا۔ قومی ترانہ پر ہفتہ تقاریب یوم آزادی اختتام پذیر ہوا۔

بقیہ: صفحہ اوّل

خواتین نے شرکت کی دعوت ولیمہ میں خاصی تعداد میں غیر مسلم امریکن افراد نے بھی شمولیت کی۔ آخر میں اجتماعی دعا کے ساتھ یہ دعوت اختتام پذیر ہوئی۔ مکرم احمد صادق صاحب لاس اینجلس جماعت کے مستعد کارکن ہیں اور مقامی مجلس خدام الاحمدیہ میں اہم ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ یہ رشتہ بہت مبارک کرے اور دونوں خاندانوں کو اس رشتہ کی برکت سے دینی و دنیوی فضلوں سے نوازے۔

خاکسار منیر احمد چوہدری مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ویسٹ کوسٹ امریکہ۔

تنظیم اور اتحاد ہمارے لئے اتنے اہم پہلے نہ تھے جتنے اب ہیں۔ ہم صرف متحد کوشش اور اپنی قسمت پر بھروسہ کر کے ہی اُس پاکستان کو حقیقت بنا کر پیش کر سکتے ہیں۔ جس کا ہم نے خواب دیکھا تھا۔

(قائدِ اعظم کا پیغام ۱۷، اگست ۴۸ء)

نوٹس داخلہ || اشفیق ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر ربوہ (منظور شدہ) فون ۵۹۲

الیکٹریشن • ریفریجریشن اینڈ ایئر کنڈیشننگ ٹریڈز میں دو سالہ اور 6 ماہ کے کورسز میں داخلہ 31، اگست 1989ء تک جاری رہے گا۔ بیرون ملک جانے کے خواہشمند اور جن کو کالجوں میں داخلہ نہیں ملا اور بیکار نوجوان ربوہ میں حکومت کی منظور شدہ فنی تربیت گاہ کی اس سہولت سے فائدہ اٹھائیں امتحان، پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن۔ لاہور لیتا ہے اور وہی سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے۔ ہر قسم کے کالجوں میں داخلہ اور سلیکشن بورڈز کی میرٹ لسٹ میں ان ٹیکنیکل کورسز کے سرٹیفکیٹ کے (5) نمبر بطور غیر نصابی سرگرمیوں کے شامل کئے جاتے ہیں۔ کلاسز - صبح شام

خبروں کا پس منظر

فلسطین کی تنظیم آزادی کے صدر یاسر عرفات نے کہا ہے کہ لبنان کی چودہ سالہ خانہ جنگی کو ختم کرنے کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ وہاں عرب ممالک کی متحدہ فوج رکھی جائے جسکا فرض امن کا قیام ہو اس چودہ سالہ خانہ جنگی کو یاسر عرفات نے پاگلانہ جنگ سے تعبیر کیا ہے۔

انکے خیال میں اس ملک میں امن کے قیام کے لئے اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں ہو سکتی ان کا کہنا ہے کہ عرب ملکوں کو چاہیئے کہ وہ اس بات پر اتفاق کریں کہ لبنان پر امن ہر صورت میں ٹھونسا جائے گا اور پاگلانہ جنگ جو ایک لمبے عرصے سے جاری ہے اسے ختم کر کے وہاں کے باشندوں کو سکون اور چین کی زندگی بسر کرنے کا موقعہ دیا جائے گا۔ یاسر عرفات خود پہلے لبنان ہی میں رہتے تھے لیکن ۱۹۸۳ء میں فلسطینیوں نے جنہیں شام کی سرپرستی حاصل تھی۔ انہیں وہاں سے ملک بدر کر دیا تھا۔ یاسر عرفات کے خیال میں اس عرب متحدہ فوج کو چاہیئے کہ وہ لبنانی پارلیمنٹ کو صدر کے عہدے کے لئے کسی شخص کو نامزد کرنے میں مدد دے تاکہ اس علاقے کی تنظیمیں اور علاقہ بذاتِ خود متحد اور محفوظ رہ سکے۔ عرب ممالک ایک دوسرے سے گفت و شنید کر رہے ہیں۔ یاسر عرفات یہ نہیں چاہتے کہ لبنان کے مسئلے کو ایک عالمگیر مسئلہ بنا دیا جائے اور مختلف ممالک اور قوتوں کو اس میں ملوث کیا جائے۔ گذشتہ دنوں شام کی خاص فوجوں نے آرٹلری کی لڑائی اپنے عیسائی حریفوں سے لڑی۔ جو کہ لبنان کے اندر بھی تھی۔ اور لبنان کے باہر بھی۔ اور کہتے ہیں کہ اس لڑائی سے بہت حد تک امن کی امیدیں پامال ہو گئیں اور لبنان میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی لبنان میں پہلے ہی ۱۴۰۰ سال سے خانہ جنگی جاری ہے۔ شامی توپچیوں نے اور ان کے لبنانی حلیفوں نے وہ بندرگاہیں جو عیسائیوں کے قبضے میں ہیں۔ ان پر آرٹلری سے حملہ کیا تاکہ کوئی جہاز عیسائی علاقے میں داخل نہ ہو سکے۔ یہ بیان سیکورٹی آفیسرز کے حوالے سے اخبارات تک پہنچا ہے۔ اگرچہ ایک جہاز جس میں گندم لائی جا رہی تھی اسے روکنے کی انتہائی کوشش کی گئی لیکن وہ بیروت کے عیسائی علاقے تک پہنچ گیا جنوب مشرق کے پہاڑی علاقے میں عون اور دمشق کے حامی دروزنے آرٹلری کی جنگ سُوق الغرب سے لڑی یہ وہ جگہ ہے جو عیسائی علاقے کو شامیوں کے حلیفوں کے علاقے سے الگ کرتی ہے۔ لبنان میں امن قائم کرنے کے لئے فرانس کی حکومت نے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اگر شام کی فوجیں لبنان سے چلی جائیں تو باقی متحارب گروہوں کو گفت و شنید کے لئے کسی ایک جگہ پر جمع کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے لئے وہ اپنے اس کام کی مثال دیتے ہیں۔ جو انہوں نے کمبوڈیا میں کیا۔

حضرت حکیم نظام جان کے
مشہور دواخانہ
پر
حکیم عبد الحمید اعوان
ہر ماہ کی ۵۔۶۔۷ تاریخ کو اقصیٰ چوک (نزد لیٹر بکس) ربوہ میں حاضر ہوتے ہیں۔
خواتین کے لئے معائنہ کا مستقل طور پر انتظام ہے
مینجر مشہور دواخانہ فون ۹۰۶
نزد لیٹر بکس اقصیٰ چوک۔ ربوہ

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے
ہمدردانہ مشورہ اور قابل اعتماد اصولی علاج کے لئے
بیرونی مریض فہرست ادویہ و فارم تشخیص و تجویز خط لکھ کر طلب کریں
مطب
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ)
گولبازار - ربوہ
پوسٹ بکس نمبر ۶۰ فون نمبر ۶۳۴